۷۸۶

چوتھا مرثیہ

در حال حضرت علی اکبر علیہ السلام

(بند ۹۸)

ثنائے یوسفِ شبیرؑ ہے جمالِ سخن — عزیز جاں سے ہے یہ نظم بے مثالِ سخن
بڑھا ہے پھر شرفِ نیّرِ کمالِ سخن — دکھائے حُسن نہ کیوں بدرِ بے زوالِ سخن
خجل ہے وقت رقم برقِ طور کا جلوہ
وہ لفظ لفظ سے پیدا ہے نور کا جلوہ

ریاضِ فکر میں تازہ بہار پھر آئی — گلِ سخن کے مہکنے کی بار پھر آئی
شمیمِ باغِ شہِ نامدار پھر آئی — مرے چمن میں ہوا عطر بار پھر آئی
زمانہ جس سے ہے خوشبو وہ پھول چنتا ہوں
گلِ ثنائے شبیہِ رسول چنتا ہوں

بلند مرتبہ شبیرِ خوش خصال کے لال — جہاں کے تاج شہنشاہِ ذی کمال کے لال
جلیلِ در نجف شیرِ ذوالجلال کے لال — نبیؐ کی جان کی جان فاطمہ کے لال کے لال
کسی کو پاک گہر ایسے پر ضیا نہ ملے
کسی کو ایسے کبھی لعلِ بے بہا نہ ملے

www.emarsiya.com

علیؑ کے گھر میں عدیم النظیر یہ بھی ہیں
بہارِ باغِ بشیر و نذیر یہ بھی ہیں
مثالِ شاہ نجف قلعہ گیر یہ بھی ہیں
کہ در شہ دارِ جناب امیرؑ یہ بھی ہیں
جہاں میں ان کی شجاعت کے ذکر ہوتے ہیں
پسر حسینؑ کے خیبر شکن کے پوتے ہیں

ہر ایک عضو سے نورِ محمدی کا ظہور
وہی قد اور وہی ہاتھ پاؤں کا دستور
مثالِ صدرِ نبیؐ صدرِ حسنؑ سے معمور
سوائے مہرِ نبوت وہی تھا پشت میں نور
پڑھیں درود غلامانِ فاطمہؑ ان پر
مشابہت کا نبیؐ سے ہے خاتمہ ان پر

وہ اوج و مرتبہ و عزت و جلال و وقار
یہی تھے رونقِ کاشانۂ شہِ ابرار
انھیں پہ سب تھے فدا اور انھیں پہ سب تھے نثار
محبت ان سے وہ ماں باپ کی، پھوپھی کا وہ پیار
ہر اک کی جان جگر بند شاہ والا تھا
نواسیوں نے محمدؐ کی ان کو پالا تھا

نثار بہنیں بھی ان پہ تھیں اور بھائی بھی
ہر اک پہ شاق تھی اک آن کی جدائی بھی
فدا تھی ماں بھی تصدق علی کی جائی بھی
چچا بھی صدقے تھے اور شاہ کربلائی بھی
سب ان کی دید سے محظوظ و شاد ہوتے تھے
پر ان کو دیکھ کے اکثر حسینؑ روتے تھے

یہ عرض کرتی تھیں بھائی سے زینبِ ناچار
سبب ہے کیا کہ جو روتے ہیں سید ابرار
بہن سے کہتے تھے فرزند احمد مختار
خیال ان کے ہے انجام کا مجھے ہر بار
تمھیں تو بیاہ کی اکبرؑ کے ہے ہوس زینبؑ
سفر کریں گے یہ اٹھارہویں برس زینبؑ

www.emarsiya.com

وہی ہوا کہ جو کہتے تھے شاہِ نیک نہاد — چلے مدینے سے حضرت وطن ہوا برباد!
لُٹا علیؑ و محمدؐ کا خانہ آباد — اکیلی رہ گئی صغرائے بیکس و ناشاد

اس انقلاب نے گریاں کیا زمانے کو
نبیؐ کے پھول چلے کربلا بسانے کو

دوم کو ماہِ محرم کی پہنچے شاہِ انام — مثالِ عرش بنا دشتِ کربلا کا مقام
اُدھر کو جمع ہوئی فوجِ روم و کوفہ و شام — نہم کو گھر گئے نرغے میں یہ ہوا انجام

پیئے عبادتِ حق فرصت ایک شب کی ملی
مصیبتوں سے فقط مہلت ایک شب کی ملی

شبِ دہم کو رہے طاعتِ خدا میں حباب — ہوئے نہ ایک گھڑی آشنائے بسترِ خواب
نہ اپنا دھیان تھا نے رنجِ فرقتِ احباب — دعائے بخششِ اُمت تھی اور چشم پُر آب

حضورِ قلبِ رہا شب بھر ان بلاؤں میں
نمازِ صبح کا وقت آگیا دعاؤں میں

پئے صلوٰۃ اُٹھے ہر طرف نماز گزار — زمیں پہ چار طرف نور چھا گیا یک بار
چلی نسیمِ سحر تازہ ہو گئے گلزار — ہوائے سرد لگی جھومنے لگے اشجار

چمن کا اور بڑھا رنگ نغمہ خوانوں سے
طیور اُڑنے لگے اپنے آشیانوں سے

محیط ہو گئی عالم میں قدرتِ داور — وہ آسماں کی صفائی نہ ٹھہرے جس پہ نظر
ستارۂ سحری کی چمک وہ گردوں پر — وہ آب و تاب ہر اک باغ کی وہ نورِ سحر

چمن کے صحن کو خوشبو سے گل بسانے لگے
طیور اِدھر سے اُدھر گلشنوں میں جانے لگے

صفائیاں رُخِ پاک سحر نے دکھلائیں ظہورِ نور تھا بالا سے لے کے تا پائیں!
وہ تازہ ہوگئیں جو پتیاں تھیں کمھلائیں نہالِ سرو پہ اُڑ اُڑ کے قمریاں آئیں
جو بلبلیں تھیں کہیں وہ نہ بھول کر بیٹھیں
قریب پھولوں کے سب پھول پھول کر بیٹھیں

وہ انہزار درختوں کا اور گلوں کی وہ بو وہ جھوم جھوم کے چلنا نسیم کا ہر سو
کہیں تو شور تھا حق حق کا اور کہیں کو کو گلوں کے بیچ میں بلبل چھپی تھی تا بہ گلو
بہار اوج پہ تھی نرم نرم پھولوں کی
ہوائے سرد میں صحبت تھی گرم پھولوں کی

وہ آب نہر وہ اک اک حباب کا جو بن چراغ جلتے ہیں پانی میں سب یہ تھا روشن
وہ نغمہ سنجی مرغانِ خوش نوائے چمن نوائے طیر سے اک وجد میں تھا سب گلشن
وہ حُسنِ صوت کہ گلچیں بھی دل پکڑتے تھے
دہن سے بلبلِ شیدا کے پھول جھڑتے تھے

مہکتے تھے گلِ بستانی اور صحرائی ہوا ہوئی جو معطر تو اور اترائی!
کبھی ادھر کبھی متوالی اُس طرف آئی گلوں سے مل کے چلی اور نہ چھاؤں دکھلائی
جدھر کو رُخ کیا پھولوں سے بو نکلنے لگی
روش پہ آئی تو اٹھکیلیوں سے چلنے لگی

سرور سب کو چمن زار و لالہ زار سے تھے نہال وجد میں طاؤس کی پکار سے تھے
کلیجے شاد دمِ صبح کی بہار سے تھے مکاں بسے ہوئے گلہائے عطر بار سے تھے
دماغ و جسم معطر تھا دل ملولوں کا!
نسیم بانٹتی پھرتی تھی عطر پھولوں کا

www.emarsiya.com

ہر اک چمن پہ اُداسی بھی تھی مگر چھائی — کہ باغ فاطمہ زہرا پہ تھی خزاں آئی!
نسیم جا کے خبر کربلا سے یہ لائی — بغیر آب ہے کھیتی علیؑ کی مُرجھائی

حرم سے اب گُلِ زہرا کا ساتھ چھٹتا ہے
ریاضِ مرتضوی نینوا میں لُٹتا ہے

غضب کا دن ہے کرو اے گلوں گریباں چاک — اُتر کے نخل سے اے بلبلوں اڑاؤ خاک
بس اب ہو نوحہ کناں مل کے بادل غمناک — پڑھو تو مرثیہ سبطِ سیّدِ لولاک

چمن بتولؑ کا اب پائمال ہوئے گا
شہید آج محمدؐ کا لال ہوئے گا

لکھا ہے صبحِ شبِ قتلِ شاہِ دیں کا یہ حال — سپاہِ شام مسلح ہوئی برائے جدال!
صفیں جمانے لگے افسرانِ بد افعال — بڑھے اُدھر سے کماندارِ ناستودہ خصال

ہر اک طرف سے شقی و شریر آنے لگے
سحر کے ہوتے ہی خیمے پہ تیر آنے لگے

فریضۂ سحری پڑھ کے یاں امام اُٹھے — بصد ادب رفقائے ذوالاحترام اُٹھے
بڑھا کے تیغوں کو آقا کے سب غلام اُٹھے — غضب میں آ کے علمدارِ نیک نام اُٹھے

حرم میں جلوہ نما شاہ مثلِ شمع ہوئے
درِ حضور پہ پروانے آ کے جمع ہوئے

سپاہِ شام سے بڑھ کر حبیب نے یہ کہا — یہ کیا ہے بے ادبی اور یہ کیا ہے ظلم و جفا
ہوئے ہو تم خلل انداز بندگی خدا — بتاؤ کیا ہے جگر گوشۂ نبی کی خطا

یہ بے گناہوں پہ غصّہ عبث اُتارتے ہو
دغا تو ہم سے ہے خیمہ کو تیر مارتے ہو

www.emarsiya.com

یہ ذکر تھا کہ حرم سے شہِ اُمم نکلے — علم لیے ہوئے عباسؑ باکرم نکلے
نبیؐ کی شان سے اکبر بصد حشم نکلے — سلاح سج کے عزیزانِ محترم نکلے
سوار شاہ ہوئے سب دلیر ساتھ چلے
پئے جہاد غضب ناک شیر ساتھ چلے

عجب شکوہ سے مقتل میں آئے شاہِ اُمم — صفیں ادھر کی بندھیں واں کھلے سیاہ علم
سپاہ شاہ پہ آئے خدنگ جب پیہم — بڑھے وغا کو رفیقانِ قبلۂ عالم
ادا امام اُمم کے حقوق کر کے مرے
مرے تو لاشوں سے میدان جنگ بھر کے مرے

لیا عزیزوں نے پھر شاہ دیں سے حکمِ جہاد — لڑے یہ ایسے کہ شیر الٰہ آ گئے یاد!
کمائی حیدر و جعفر کی سب ہوئی برباد — لُٹا حسنؑ کا بھی جنگل میں گلشنِ آباد
جو شہ کی جان تھے بے جان وہ سب سعید ہوئے
خدا کی راہ میں عباسؑ بھی شہید ہوئے

پڑا یہ شور کہ سردار بے سپاہ ہوا — علیؑ و فاطمہ زہراؑ کا گھر تباہ ہوا
ستارے چھپ گئے تنہا علیؑ کا ماہ ہوا — خزانہ لٹ گیا محتاج بادشاہ ہوا
تمام عُمر کی دولت کو کھو چکے شبیرؑ
زوالِ مہر تلک سب کو رو چکے شبیرؑ

سوائے اکبر ذیجاہ کوئی پاس نہیں — سو وہ بھی جاتے ہیں اب جانبِ بہشتِ بریں
کھڑے ہوئے ہیں مسلح قریبِ سرورِ دیں — ہے آرزو کہ ملے جلد حکمِ جنگ کہیں
اجل کا شوق ہے مُنھ زندگی سے موڑے ہیں
جھکا ہوا ہے سر پاک ہاتھ جوڑے ہیں

www.emarsiya.com

پدر سے عرض یہ کرتے ہیں اکبرِ خوشخو — غلام دیکھے عدو ہمارے حضور مرنے کو
یہ جبر اٹھائے جہاں میں وہی امام ہو جو — کہا حسینؑ نے اے لال دل میں سوچ تو

ہمیں جو غم ہیں بیاں میں وہ آ نہیں سکتے
تم ایک داغ ہمارا اٹھا نہیں سکتے

جو صدمہ تمہاری یہی ہے تو جاؤ اے دلبر — بیاں پہ رہے جو تم نے کیا وہ بیچ ہے مگر
اکیلے ہو کے کریں کیا ہم اے علی اکبرؑ — تمہاری لاش اٹھائیں کہ لیں حرم کی خبر

غضب ہے ایک بھی حامی سوائے یاس نہ ہو
گلا کریں جو ہمارا تو کوئی پاس نہ ہو

یہ سُن کے ہو گئے بیتاب اکبرِ اسرور — کلیجہ ہل گیا، بھر آئے چشم میں آنسو!
جھکے جو پہ بہ تسلیم سیدِ خوشخو — یہ روئے شاہ کہ بہ آئے شفق تا بہ گلو

گلے لگا کے پسر کو دعائیں دینے لگے
حسینؑ سینۂ اکبر کے بوسے لینے لگے

پسر کو لے گئے خود گھر میں شاہِ جن و بشر — کمر خمیدہ تھی، لب خشک، چشم اشکوں سے تر
قریبِ صحن یہ دیکھا کہ زینبِ مضطر — کھڑی ہیں گریہ کناں ننگے پاؤں ننگے سر

جگر سے کھینچ کے اک سرد آہ رونے لگے
بہن کے حالِ پریشاں پہ شاہ رونے لگے

کہا کہ صبح سے ہے آج انھیں دغا کی امنگ — اب ان کو دو مری خاطر سے تم بھی رخصتِ جنگ
عطش جو ہے کئی دن کی تو زندگی سے ہیں تنگ — اب ان کا چاند سا سینہ ہے اور سنان و خدنگ

چھٹے گا آج سبھوں سے یہ مہ لقا زینبؑ
انھیں بھی رد و یہ ہے مرضیِ خدا زینبؑ

www.emarsiya.com

خموش ہو گئی یہ سُن کے شاہ کی خواہر — نکل سکا نہ یہ مُنھ سے کہ جاؤ اے دلبر
گری زمین پہ غش کھا کے بانوئے مضطر — حرم سے مل کے روانہ ہوئے علی اکبرؑ
سر اپنا آگے نبیؐ کا تھا لال کھولے ہوئے
تمام بی بیاں پیچھے تھیں بال کھولے ہوئے

تڑپ رہے تھے شہ دیں بھی تھا یہ رنج و ملال — پُر آب دیدۂ اکبر بھی تھے یہ دیکھ کے حال
سروں پہ خاک اُڑاتی تھی سب رسولؐ کی آل — قریب ڈیوڑھی کے پہونچا امامِ پاک کا لال
ہٹا کے پردے کو وہ سیمبر نکل آیا
ستارے رہ گئے گھر میں قمر نکل آیا

عقابِ دلبرِ شاہ فلک جناب آیا — شتاب در پہ کمیت صبا شتاب آیا
جری قریب سمند گراں رکاب آیا — ہوئے سوار بلندی پہ آفتاب آیا
چڑھیں جہاد پہ جلدی یہ اہتمام کیا
وداع شہ سے ہوئے آخری سلام کیا

لگام ہاتھ میں لیتے ہی راہوار بڑھا — مثال صاحبِ دُلدل وہ شہ سوار بڑھا
سپاہِ شام کا رُخ کر کے ذی وقار بڑھا — وغا کا جوش بڑھا، شوق گیر و دار بڑھا
حسام دوش پہ اللہ کے ولی کی طرح
یہیں سے پڑ گئے ابرو میں مل علیؑ کی طرح

اُٹھا کے تیغ بڑھے رن میں لو علی اکبرؑ — رجز پڑھا کہ ہلے ڈر سے افصحوں کے جگر
زباں پہ تھا کوئی نکلے حاتم میں ہو صفدر — خلف ہم اس کے ہیں جس نے بھگائے ہیں لشکر
ظفر علیؑ کے لیے ہے، علیؑ ظفر کے لیے
ہوئی ہے خلق شجاعت ہمارے گھر کے لیے

www.emarsiya.com

شہ نجف کو وہ رُتبے کئے خدا نے عطا — کہ جو ہے بعد نبیؐ کُل کا مقتدا بخدا
غنی، شجاع، بہادر، دلیر، قلعہ کشا — جلیل، سابق الاسلام، نور ربِّ عُلا

یہ اوج موسیِ عمراں کا نے خلیل کا ہے
وہ ماسبق ہے جو اُستاد جبرئیل کا ہے

دلاوروں کے ہوئے رنگ جس کی ضرب سے فق — علیؑ کی سمت جو حق ہے تو وہ ہیں جانبِ حق
سلاسل و احد و بدر و خیبر و خندق — یہ غزوے سر جو ہوئے کفر کا جگر ہوا شق

جہاں میں گلشنِ اسلام سر بسر پھُولا
علیؑ کی تیغ کے پھل سے گُلِ ظفر پھولا

ہمارے آگے یہ پیدل ہیں کیا سوار ہیں کیا — ہزار ہیں تو ہیں کیا چیز، دس ہزار ہیں کیا
اسد کے آگے شغالانِ بے شمار ہیں کیا — یہ کیا ہیں تیر فگن اور نیزہ دار ہیں کیا

نہ بڑھ سکیں گے جو گھوڑے تمھارے آندھی ہیں
کھلے گی ان کی حقیقت صفیں جو باندھی ہیں

یہ سُنکے لشکر ناری بڑھا پھُنکی قرنا — گئی فلک پہ صدائے جلاجل و کرنا
پکاری موت ذرا سوچ کر دغا کرنا — علیؑ کے شیر ہیں یہ ان سے جنگ میں ڈرنا

سب ان کی جنگ سے جن ہوں کہ انس واقف ہیں
بشر تو کیا ہیں کہ روح الامیں بھی خائف ہیں

لگا کے تیر قریب آئی جب سپاہِ کثیر — جلال میں علیؑ اکبرؑ نے کی علم شمشیر
اُڑا صفوں کی طرف توسنِ سپہر سیر — اُٹھے جو سُم تو نظر آئے چار ماہ منیر

ہوا سے بڑھ کے چلن اسپ سربلند کے تھے
سپاہیوں کے سروں پر قدم سمند کے تھے

گری وہ تیغ سروں پر تو سر دو نیم کیے
پڑی کمر پہ تو بندِ کمر دو نیم کیے
چلی تبر پہ تو دستِ تبر دو نیم کیے
بڑھی تو کفر کے اونچے شجر دو نیم کیے

اٹھی نور روشنی اک صورت چراغ ہوئی
نہالِ شرک جو کاٹے تو باغ باغ ہوئی

کوئی شریر کہ جنگ پر نہ کستا تھا
ہوئی یہ لاشوں کی کثرت کہ بند رستا تھا
امان و امن کی خاطر نہر اک ترستا تھا
سروں پہ سر تھے لہو پر لہو برستا تھا

وہ مضطرب تھے کہ جو زیرِ خاک رہتے تھے
یہ خوں بہا تھا کہ مُردے زمیں پہ بہتے تھے

زمیں کے فرش پہ تن لوٹتے تھے مقتل میں
بچھا ہوا تھا بچھونا سروں کا جنگل میں
ظفر پہ تیغ کو تکیہ تھا فوج کے دل میں
پڑی تھی چادرِ دہشت زمیں پہ ہلچل میں

اجل نے منہ سر بالیں دکھا دیا اپنا
امان نے خوف سے بستر اٹھا لیا اپنا

ہزاروں خاک پہ ٹکڑے پڑے تھے بھالوں کے
تمام کھل گئے عقدے زرہ کے جالوں کے
مثالِ ابر سروں پر تھی بدِ خصالوں کے
دھوئیں اڑا دیے فوجِ ستم کی ڈھالوں کے

جو تیغ ہو تو پئے اہلِ نار ایسی ہو
ہو ابر ایسا دھواں دھار دھار ایسی ہو

جری کی تیغ میں تھا ذوالفقار کا سب ڈھنگ
وہی چمک وہی سرتیزیاں وہی سب رنگ
وہی تراش خراش اور وہی برش و جنگ
وہی صفا وہی جوہر کہ جس سے آئینہ دنگ

اُسی طرح چم و خم آب و تاب بھی ویسی
زباں دراز بھی حاضر جواب بھی ویسی

www.emarsiya.com

اُسی طرح سے ظفر آیہ و ظفر پیکر — اُسی طریق سے الماس رنگ خوش جوہر
جگر شگاف و سرافشاں مثال تیغ دوسر — دہن میں اس کے زبانیں اگرچہ دو تھیں مگر
پہ اس طرح کا بھی جوہر میں کوئی فرق نہ تھا
زباں تھی ایک پہ باتوں میں کوئی فرق نہ تھا

سراج انجمن جنگ تیز و شعلہ فشاں! — زمانہ سوز و سراندار و سرکش و دُرّاں
خود اُس کو تھا یہی دعویٰ کہ اے سپاہ گراں — نہیں کوئی مرا ثانی یہ سب ہیں ایک زباں
یہ پھل ترازوئے فتح و ظفر میں تُلتا ہے
تجھی سے جنگ میں نصرت کا قفل کھُلتا ہے

خوشا جدالِ علی اکبر دلیر و جری — وہ خالی ہو گئیں دم بھر میں جو صفیں تھیں بھری
وہ ضو کلائی کی تلوار کی وہ جلوہ گری — وہ راہوار کی چھپل بل حجل ہو جس سے پری
ظفر کا دائرہ اُس کا ہر ایک کاوا تھا
ہوا تھا، آگ تھا، سیماب تھا، چھلاوا تھا

چمک وہ نعل کی جس سے ہلال چرخ ہو دنگ — شتاب غاشیہ بردار، دُور، دُور رنگ
وہ دُم چنور کئے پھرتا ادھر اُدھر دم جنگ — جو سرسری بھی چلا وہ تو پائے برق کے ڈھنگ
ہوا جو ساتھ بھی دوڑی تو پاؤں چھُو ل گئے
یہ ہوش اُڑ گئے ہیں کہ طاؤس رقص بھول گئے

اُدھر کھُرے سے کھُرے گو سبھونکے چلتے تھے — پھر اس کو فوج میں پھرنے کے رستے ملتے تھے
کف اُس کے مُنہ میں نہ آتا تھا پھول کھلتے تھے — طبق زمین کے ٹاپوں سے اس کی ہلتے تھے
فرس کے سُم کی دھمک سے یہ بیقراری تھی
مثال فوج زمیں سینہ چاک ساری تھی

ہُما سے بڑھ کے ہمایوں نجستہ کام لیا — پھرے اشارے پہ خوش فہم و خوش لجام لیا
نسیم کو ہو تحیر سُبک خرام لیا — سحاب شرم سے پانی ہوا تیز گام لیا

فرس نہ ترک کا لیا تھا نے عراق کا تھا
فلک پہ جانے میں وہ ہم قدم بُراق کا تھا

وغا میں کر دیے پامال اس نے کُفر کے گاؤں — عدو پہ شیر صفت بہر صید کرتا تھا داؤں
یہ شور تھا نظر آتی نہیں سمند کی چھاؤں — قدم یہ ہیں کہ نکالے ہوا نے پیٹ سے پاؤں

کدھر یہ آتا ہے سن سے کدھر نہیں آتا
نظر میں پھرتا ہے اور پھر نظر نہیں آتا

ہوئے جو قتل اُدھر بے شمار ظلم شعار — ہراس چھا گیا ساری سپاہ پر یک بار
بھگائے فوج نے گھوڑے اٹھا زمیں سے غبار — شکست کھا کے ہٹے پائے لشکر کفار

ہوئی ظفر پسر شاہِ انس و جن کی طرف
نظر جو کی تو نہ مُنھ تھا کسی کا ان کی طرف

صدا یہ دی علی اکبر نے فوج کو تن کر — یہ کیسی جنگ کہ مُنھ اُس طرف ہے پُشت اِدھر
پرے ہیں درہم و برہم صفیں ہیں زیر و زبر — منافقوں کو بھگاتے ہیں یوں علی کے پسر

ہمارے سامنے یہ لوگ گردِ میداں ہیں
ابو تراب کے فرزند مردِ میداں ہیں

دیا نہ ایک نے اس تیغِ آبگوں کا جواب — لڑے گے خاک کہ تم ہو ذلیل و خانہ خراب
سحر سے تم تو کئی بار ہو چکے سیراب — ملا نہیں ہمیں دو دن سے ایک قطرہ آب

یہ بھاگنا نہیں، ترکِ ستیز کرتے ہو
کھُلا ہمیں کہ وغا سے گریز کرتے ہو

www.emarsiya.com

بلا کے شمر کو بولا تب ابنِ سعد لعیں — کہ فتح یاب ہوا ہم پہ دلبرِ شہ دیں!
کہا یہ شمر لعیں نے کہ ہل رہی ہے زمیں — قدم سپاہ کے اکھڑے ہیں یوں کہ جمتے نہیں
علیؑ کا شیر ہے رکتا نہیں جوانوں سے
جو صف بھری تھی وہ خالی ہے پہلوانوں سے

یہ ذکر تھا کہ جودی ایک پیک نے یہ خبر — کہ ملک رے سے اک آتا ہے پہلوان ادھر
کئی لٹکتے ہیں فتراک میں بندھے ہوئے سر — کوئی جو دیکھے تو ہیبت سے اس کی شق ہو جگر
سوار اور بھی آتے ہیں نینوا کی طرف
کمک یزید نے بھیجی ہے کربلا کی طرف

یکایک آن ہی پہونچا قریں وہ بانیِ شر — اچھل پڑا پسرِ سعد، کی جو اس پہ نظر
شقی نے پوچھا کہ مارا گیا نبیؐ کا پسر — ابھی نہیں، یہ کہا ابنِ سعد نے بڑھ کر
وہ بولا اب یہ خلف کس ولی کا لڑتا ہے
کہا لعیں نے کہ پوتا علیؑ کا لڑتا ہے

چڑھائی غیظ سے تیوری علیؑ کا سنتے ہی نام — کہا جری نہیں بودے ہیں یاں کے لوگ تمام
سر اس کا لاتا ہوں میں اے امیرِ لشکرِ شام — وہیں سے کہہ کے پھرائی فرس کی اس نے لجام
ظفر نے دی یہ صدا ہرزہ کار آتا ہے
حضور لیجئے رے کا شکار آتا ہے

قریبِ شیر جو آیا وہ بزدل و مکار! — ادھر سنبھل گئے گھوڑے پہ اکبرِ جرار
ہلا کے بھالے کو بولا وہ سرکش و غدار — میں اپنے وقت کا رستم ہوں اک ذرا ہشیار
جہاں میں دھاک ہے وہ قہر ہے ستیز مری
کسی سے رک نہ سکی ضربِ تیغِ تیز مری

www.emarsiya.com

پکارے یہ کہ خبردار ہم ہیں، بڑھ آگے
جو تو ہے مست تو ہشیار ہم ہیں بڑھ آگے
جدال و جنگ پہ تیار ہم ہیں، بڑھ آگے
کبھی ہٹے نہ وہ جرار ہم ہیں بڑھ آگے

ہمارا اوج و حشم آسماں کے اوج سے پوچھ
بھگا دیا ترے لشکر کو اپنی فوج سے پوچھ

غضب کا طیش میں آیا شریر یہ سُنکر
اُدھر سے وہ تو اِدھر سے بڑھے علی اکبر
اٹھے وہ ہاتھ نہیں بھالے کہ جنکے چرخ پہ سر
چلیں ستم کی وہ چوٹیں کہ ڈر گیا لشکر!

ملی نظر سے نظر جیوٹ میں بگڑنے لگیں!
لڑے یہ کیا کہ سنانیں بھی اُٹھ کے لڑنے لگیں

پڑی جو چوٹ پہ چوٹ ان کی اور سناں پہ سناں
پچک پچک گئی نیزے کی اس کے چوب گراں
ہنر دکھا کے جو ہارا تو ہو گیا حیراں
ملا کے بھالے سے بھالے کو دی انھوں نے تکاں

اُڑا شریر کی مٹھی سے چھوٹ کر نیزہ
گرا زمیں پہ کئی جا سے ٹوٹ کر نیزہ

پکارا ہنس کے جگر بند حیدرِ صفدر
کھلے نہ ہیرہ مشکل کشا کے تجھ پہ ہنر
شکست کس کو ہوئی دیکھ اور کس کو ظفر
جو ہم سے نوک کی لیتے ہیں خوار ہیں وہ شریر

اس اپنے بھالے کو سرکش نہ کیوں سنبھال لیا
ہمارے ہاتھ کی قوت کو دیکھ بھال لیا

کماں میں تیر کو جوڑا بصد غضب ہٹ کر
اُدھر سے جھک کے بڑھا نیزہ علی اکبر
خطا شعار نے کھینچی نہ تھی ابھی سیسر
در آئی قوس کے بازو میں نوک نیزہ اُدھر

اُٹھا جو زور سے بھالا دل اس کا ٹوٹ گیا
شقی کے قبضے سے قبضہ کماں کا چھوٹ گیا

www.emarsiya.com

بلند ہو کے اُدھر سے جو ہاتھ اُدھر آیا
سناں پہ حلقۂ قوسِ لعیں نظر آیا
خدنگ چھوٹ کے چلّے سے خاک پر آیا
جگر میں تیرِ الم بے حیا کے در آیا
خوشی کا رنگ دلاور کے روئے پاک پہ تھا
ہوا پہ زاغِ کماں، مُرغِ تیر خاک پہ تھا

ہوا نہ جب کسی حربے میں وہ جواں سر پر
قریب تھا کہ نکل جائے دب کے بانیِ شر
علیؑ کے لختِ جگر نے صدا یہ دی بڑھ کر
وہ کیا ہوئی تری قوت گیا وہ زور کدھر
بہادری میں بڑا رُتبہ ہے آگے نام کیا
یہ کیا ہوا کسی حربے نے کچھ نہ کام کیا

غرور میں نہیں جو لطف انکسار میں ہے
ذلیل پھر بھی ہے یکتا جو تو ہزار میں ہے
جو گُل نے پائی ہے عزت کہاں وہ خار میں ہے
ستم شعار بڑا فرق نور و نار میں ہے
خذف ہے کیا دُرِ خوش آب و تاب کے آگے
کبھی جلا ہے چراغ آفتاب کے آگے

علم شریر نے کی جل کے اس طرف تلوار
چمک کے یاں بھی اٹھی تیغِ صاعقہ کردار
مثالِ برق بڑھے شہسوارِ صبا رفتار
قریب آگئے جو دُور دُور تھے اسوار
سوئے یمین، لپیرِ سعد نا بکار آیا
کمک کو شمر لعیں جانبِ لیسار آیا

پھر آکے دشت میں بھاگے ہوؤں کی جم گئی صف
بجے سیاہ میں پھر جا بجا جلاجل دف
اُدھر ہے مرحبِ ثانی اُدھر علیؑ کا خلف
اُدھر شکست کا منھ، رُخ ظفر کا انکی طرف
عدوئے رب ہے، وہ اَدبار اُس کو تکتا ہے
ستارہ آپ کے اقبال کا چمکتا ہے

www.emarsiya.com

بلند ہاتھ ہیں تیغوں کے وار چلتے ہیں کمانیاں فرس تیز دم بدلتے ہیں
کڑی ہے دھوپ تو حلقے زرہ کے جلتے ہیں وہ جب دہکتا ہے کفار ہاتھ ملتے ہیں
جری کی ضرب کا لنگر اٹھا نہیں سکتا
یہ خوف ہے کہ شقی سر اٹھا نہیں سکتا

اسی جدال میں زد پر جو آگیا غدار صدا یہ دی علی اکبرؑ نے شمر کو یکبار
مدد کو اس کی بس اب بڑھ ادھر اے اور کار چلا جحیم میں یہ دیر کچھ نہیں زنہار
یہ رنگ دیکھ کے خود مارے ڈر کے زرد ہے تو
بچالے اس کو تو جانیں بھلا کہ مرد ہے تو

بڑھا تھا وہ کہ چلی سن سے تیغ شعلہ فشاں بدن سے اڑ گیا سر خوں ہوا گلے سے رواں
گرا زمیں پہ تنِ نحس مثلِ کوہِ گراں نہ دم رہا، نہ وہ موذی کا بل، نہ جسم میں جاں
غضب کا ہاتھ شقی کو دلیر نے مارا
پڑا یہ شور کہ اژدر کو شیر نے مارا

وہ قتل کیا ہوا سب فوج کا نکل گیا دم بڑھے ادھر علی اکبر اٹھا کے تیغ دو دم
پھر ان کے خوف سے لپٹا ہوئی سیاہ ستم پکارا تب یہ بنِ سعدِ مرتد و اظلم
ہٹے نہ کوئی ادھر فوج کے جوانوں میں
اب اس دلیر کو ہاں گھیر لو سنانوں میں

چہار سمت سے نزدیک آگیا لشکر تمام فوج کے نرغے میں گھر گئے اکبرؑ
چلیں قریب سے تلواریں دور سے پتھر وہ نوکیں بھالوں کی اور پھول ساتنِ انور
چھپے تھے گوشوں میں جو وہ بھی سب نکلنے لگے
کڑی کمانوں سے یا سے یہ تیر چلنے لگے

وہ فوجِ ظلم کے ریلے وہ قتلو کی پکار — اِدھر پیادے ہیں گھیرے ہوئے اُدھر سوار
تبر بھی پڑتے ہیں چلتے ہیں برچھیوں کے بھی وار — بڑھا ہے ضعف نہیں طاقت و غاز نہار

گھٹا ہے زور جری کو ہے یاس جینے سے
کھلے ہیں زخم، لہو بہ رہا ہے سینے سے

عطش سے اینٹھ رہی ہے دہن میں خشک زباں — کلیجا سینے میں پھکتا ہے اب لبوں پہ ہے جاں
لڑے ہیں بعد سمجھوں کے جو رنمیں تشنہ دہاں — زیادہ سب سے ہیں پیاسے سوائے شاہ زماں

اب اور آگ جگر میں لگی کہ زخمی ہیں
دو چند ہو گئی ہے تشنگی کہ زخمی ہیں

چھٹی ہے باگ اب آتا ہے غش پہ غش ہر بار — ڈھلا ہے دوش پہ سر کانپتا ہے جسم نزار
فرس پہ تھم نہیں سکتا حسینؑ کا دلدار — یہ حال تھا کہ پڑی سر پہ شیث کی تلوار

جبیں پہ اک تبرِ خولی شریر لگا!
جگر پہ چل گئی برچھی گلے پہ تیر لگا

تڑپ کے جھک گیا رہوار پر وہ ماہ لقا — جگر پکڑ کے کئی بار آہ آہ کہا!
اُٹھا یہ درد کہ جھپکے کا رنگ زرد ہوا — گلے کے زخم سے خوں نادوں کی طرح بہا

کلام درد زبانِ جناب سے نکلے
قدم جو کانپ رہے تھے رکاب سے نکلے

اُلٹ کے گھوڑے سے وہ نوجواں زمیں پہ گرا — کلیجا تھامے ہوئے نیم جاں زمیں پہ گرا
علیؑ کے باغ کا سرو رواں زمیں پہ گرا — سرورِ سینۂ شاہ زماں زمیں پہ گرا

فرس سے گرتے ہی ریتی پہ اس طرح تڑپے
زمیں پہ ماہیِ بے آب جس طرح تڑپے

اُسی تڑپنے میں سکینہ پدر کو دی یہ صدا — گرا زمیں پہ فرس سے غلام یا ابتا
بدن میں جان نہیں دم لبوں پہ آ پہونچا — سفر قریب ہے، تشریف لائیے بابا
پسر سے آپ کے خالی زمانہ ہوتا ہے
اب آیئے کہ مسافر روانہ ہوتا ہے

یہ سُن کے ہو گئے بیتاب شاہ جن و بشر — عمامہ پھینک کے سر پیٹنے لگے سرور
نکل کے در سے جو بانو نے پوچھا حالِ پسر — کہا حسینؑ نے مارے گئے علی اکبرؑ
پدر سے لال برابر کا چھُٹ گیا بانو
تباہ تم ہو میں شبیرؑ لُٹ گیا بانو

برہنہ سر طرفِ دشتِ کارزار چلے — پسر کی لاش پہ نالاں و بیقرار چلے
عجیب حال سے شبیرؑ نامدار چلے — دل و جگر چاک گریبان و اشکبار چلے
تڑپ تڑپ کے جگر بند کو پکارتے تھے
کبھی تو سینے پہ گہ سر پہ ہاتھ مارتے تھے

قریب لاش جو پہونچا رسولؐ کا جایا — جواں بیٹے کو بے حال خاک پہ پایا
لہو میں غرق جو لختِ جگر نظر آیا — وہ آہ کی شہ دیں نے کہ عرش تھرایا
گرے زمیں پہ اور آنکھوں سے اشک ڈھلنے لگے
لہو بھرے ہوئے ماتھے پہ مُنھ کو ملنے لگے!

بکائے شہ سے وہ مجروح ہوش میں آیا — ہٹا کے ہاتھ کلیجے کا زخم دکھلایا
کہا سروں پہ رہے سب کے آپ کا سایا — وہ گھاؤ جھک کے جو دیکھا تو شہ نے فرمایا
یہ زخم میرے لیے دلخراش ہے بیٹا
تمام قلب و جگر پاش پاش ہے بیٹا

کڑی ہے دھوپ چلو گھر میں اے مرے دلدار
پھوپھی بھی دیکھ لے پیارے کا آخری دیدار
یہ کہہ کے لاش اُٹھانے لگے شہ ابرار
تڑپ کے لیں علی اکبرؑ نے ہچکیاں دو چار
نہ تاب درد کی لائے گزر گئے اکبرؑ
پدر کے ہاتھوں پہ سر تھا کہ مر گئے اکبرؑ

اُدھر سے لاش اُٹھا کر چلے امام اُمم
اُدھر خیام سے نکلے مخدراتِ حرم
پکاری سب کو یہ فضہ بصد ملال و الم
ہوا شہید پسر بی بی کرو ماتم!
عمامہ سر پہ نہیں پاؤں لڑکھڑاتے ہیں
حسینؑ گود میں اکبر کی لاش لاتے ہیں!

بڑھی تھیں بی بیاں سر پیٹتی سوئے میداں
کہ آئے بیٹے کی میت لیے امامِ زماں
پکاری کوٹ کے سینہ یہ زینبِ نالاں
ارے میں لٹ گئی ہے ہے ہوا یہ کیا ساماں
جیوں گی اب نہ غمِ نو نہال میں بھائی
بتاؤ جان بھی ہے میرے لال میں بھائی

پکارے شہ کہ ہوا زینبؑ انتقال ان کا
لگی جگر پہ سناں خوں سے تن ہے لال ان کا
کبھی نہ جائے گا تا زندگی ملال ان کا
یہاں نہ آؤ چچا گھر میں دیکھو حال ان کا
اب اس قلق سے ہوا چاک پھر جگر زینبؑ
حرم سے نکلی ہو بلوے میں ننگے سر زینبؑ

حسینؑ خیمے میں لاشہ شہید کا لائے
حرم رسولؐ کے سر پیٹتے ہوئے آئے
لٹا کے بیٹے کی میت یہ شاہ چلائے
دکھاؤ زخمِ جگر ماں کو اے مرے جائے
گزر گیا ہے جو کچھ صدمہ و ملال کہو!
پھوپھی سے لو مری جاں اپنے دل کا حال کہو

www.emarsiya.com

بتاؤ تیر لگے ہیں جہاں جہاں بیٹا — چھدی ہے تیروں سے چھاتی کہاں کہاں بیٹا
بجھی عطش کہ ابھی خشک ہے زباں بیٹا — گرے عقاب سے کیونکر کرو بیاں بیٹا
لہو کلیجے سے نکلا بہت کہ کم نکلا
ہماری گود میں کیونکر تمھارا دم نکلا

پکاری لاش پہ جھک کر یہ زینبِ ناچار — مرے شہید مرے دلربا مرے دلدار
خزاں ہوئی مرے پھولے پھلے چمن کی بہار — پھوپھی تباہ ہوئی، لُٹ گئے شہ ابرار
میں اس جہاں سے نہ ہے ہے گزر گئی پہلے
تمھاری پالنے والی نہ مر گئی پہلے

بلائیں لاش کی لے لے کے ماں یہ چلائی — تمھاری خوں بھری صورت کے صدقے یہ دائی
تمھارے بدلے نہ ہے ہے مجھے اجل آئی — بتاؤ بوند بھی پانی کی مرتے دم پائی
پدر کی گود میں مقتل کی راہ سے آئے
گنوا کے جان ادھر قتل گاہ سے آئے

کچھ اب کلام کرو ماں کو اک نظر دیکھو — تڑپ رہی ہیں پھوپھی اک ذرا اُدھر دیکھو
تمھارے واسطے روتا ہے سارا گھر دیکھو — یہ وقتِ خواب نہیں آنکھ کھول کر دیکھو
سکینہ لپٹی ہوئی اشکِ خوں بہاتی ہے
اُٹھو اُٹھو تمھیں چھوٹی بہن جگاتی ہے

اب آگے تابِ بیاں کی نہیں خموش نفیس — فغان و آہ کا مجلس میں ہے خروش نفیس
نہیں کسی کو غمِ شاہِ دیں میں ہوش نفیس — بکا کا ذاکر و سامع کو اک ہے جوش نفیس
قیامت آگئی لختِ جگر کے مرنے سے
حسینؑ ہو گئے تنہا پسر کے مرنے سے